OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

حسنین کریمین رضی اللہ عنھما: سیرت و کردار کا ایک مطالعہ

Hasnain Kareemain: A Study of Biography and Character

Muhammad Rizwan Aqil
Doctoral Candidate Islamic Studies, Federal Urdu University, Karachi
Dr. Muhammad Hassan Imam
Chairman Department of Islamic Studies, Federal Urdu University, Abdul Haq Campus Karachi

Abstract

It is clear from the blessed character of Hazrat Hasnainرضی اللہ عنہما that he was a beacon of sincerity and piety as well as one of the best protectors of his grandfather's religion. He has never given any harm to the political condition of Islam. Hazrat Hassanرضی اللہ عنہ relinquished from His post to unified the political and economical condition of Islam and Hazrat Hussainرضی اللہ عنہ agreed on the settlement with Yazeed to avoid disruption in political stability. They both agreed to support their opponents so that the Ummah of Nana ﷺ is united and the enemies of Islam would not even think of attacking Ibraheemعلیہ السلام religion. They will sacrifice their lives for the sake of Islam. Finally Hazrat Hussainرضی اللہ عنہ sacrificed His own life and turn a new leaf in the history of Islam it will be remembered for ever.

Keywords: The Social and Political role of Hazrat e Hasnain رضی اللہ عنہما is a guide of the Ummah.

تمہید

آں جناب ﷺ کے خاندان میں سے آپ کے نواسوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنھما کا مقام و مرتبہ غیر معمولی ہے۔ان حضرات کو حضور ﷺ کی آغوشِ شفقت نصیب ہوئی اور نبوی معارف و کردار کی ضوسے منور ہونے کا زریں موقع ملا۔ان کی سیرت و کردار میں اہلِ اسلام کے لیے بہت سے اسباق ہیں۔ان سطور میں اسی حوالے سے ان کی سیرت و کردار کا مطالعہ پیش کیا جارہا ہے۔

CC BY

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

نام و نسب

الحسن بن علی بن ابن طالب بن عبد المطلب بن ہاشم اور آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے فرزند اول ہیں۔[1] آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو محمد القریشی الہاشمی ہے۔ آپ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ ان کو سبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور شبیہ بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے القابات سے ذکر کیا جاتا ہے۔[2]

ولادت

آپ کی ولادت نصف رمضان المبارک ۳ھ میں مدینہ طیبہ میں ہوئی تاریخ ولادت میں مختلف اقوال بھی پائے جاتے ہیں۔[3]

اذان کہنا

اسلام کے قاعدہ کے مطابق ولادت کے بعد کان میں اذان کہی جاتی ہے چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کہی۔[4]

تحنیک

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور اپنے مبارک لعابِ دہن سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔[5]

حلق رأس

ولادت کے موقع پر یہ بھی حکم ہے کہ ولادت کے ساتویں روز مولود کے سر کے بال اتروائے جائیں اسی مناسبت سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ساتویں روز ان دونوں حضرات کے سر کے بال اتروائے اور ان بالوں کے وزن کی مقدار چاندی بھی صدقہ کی۔

عقیقہ

ولادت کے ساتویں روز عقیقہ کرنا بھی مسنون عمل ہے اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو، دو بکریاں بطور عقیقہ ذبح فرمائیں۔[6]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حق میں اہم پیش گوئی

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما تھے اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مبارک میں بیٹھے ہوئے تھے نبیٔ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بعض دفعہ لوگوں کو دیکھتے اور بعض دفعہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے۔ اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ میرا بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔[7] چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق ربیع الاول ۴۱ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان مسئلہ خلافت پر صلح ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت کے چند واقعات

رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے جگر گوشۂ بتول حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما پر شفقت فرمانے کے متعدد واقعات محدثین نے ذکر کیے ہیں۔ ان میں چند یہ ہیں: عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنے بچپن کا واقعہ ذکر کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر سے واپس تشریف لانے کی خبر معلوم کرتے تو ہم یعنی (عبد اللہ اور حضرات حسنین) بطور پیش قدمی کے آگے چل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ غایت شفقت کی بنا پر ہمیں اٹھا کر اپنی سواری پر اپنے آگے پیچھے سوار کر لیتے اور ہم اسی صورتِ حال میں مدینہ میں داخل ہوتے۔[8]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ذکر کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے، جب آپ ﷺ حالت سجدہ میں ہوتے تو حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی پیٹھ پر چڑھ جاتے، جب آپ ﷺ سر اٹھاتے، انہیں زمین پر اتار دیتے، جب آپ ﷺ پھر سجدہ کرتے تو وہ دونوں پھر چڑھ جاتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنی نماز پوری کر لیتے۔[9]

جسمانی مشابہت

ابو اسحاق سے مروی ہے کہ انہوں نے ہبیرہ بن مریم سے سنا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ جسم کے فوقانی حصہ (جسم کا اوپر کا حصہ) حسن زیادہ مشابہہ ہیں اور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جسم کے تحتانی حصہ (جسم کا نیچے کا حصہ) حسین زیادہ مشابہہ ہیں۔[10]

احوال سفر آخرت

مؤرخین نے لکھا ہے کہ ایک بار حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پیشانی پر **قل ھو اللہ احد** مرقوم ہے آپ اس خواب پر مسرور ہوئے اور اسے پسندیدہ خیال کیا اس کے بعد یہ خواب حضرت سعید بن المسیب کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے خواب سن کر فرمایا کہ ان کی حیات قلیل رہ گئی ہے اور انتقال قریب ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ اس کے چند ایام کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ عام شہرت یافتہ روایت یہ ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی ازواج میں سے ایک زوجہ مسماۃ جعدہ بنت اشعث بن قیس کندی تھی اس نے اپنی ناعاقبت اندیشی کی بنا پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو زہر پلا دیا جس کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ سخت بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری تقریباً چالیس یوم تک چلی اور بیماری کی شدت اس قدر تھی کہ آپ رضی اللہ عنہ بار بار اجابت کے لئے جاتے آپ رضی اللہ عنہ اپنی کیفیت طبع بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ: اللہ کی قسم! مجھے کئی بار زہر دیا گیا ہے اور جتنا سخت زہر اس بار دیا گیا ہے اس سے پہلے نہیں دیا گیا، فرماتے کہ میرا جگر ٹکڑے ٹکڑے ہو کر خارج ہو رہا ہے۔

عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کے پاس تشریف لائے اور انہوں نے اپنے برادر کو کہا کہ اے بھائی! آپ مجھے مطلع فرمائیں کہ آپ کو زہر کس نے دیا ہے؟ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں اس معاملے میں کچھ بیان کرنا نہیں چاہتا۔ اگر وہ ہے جس کے متعلق میں گمان کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ زیادہ سخت انتقام لینے والا ہے اور اگر میرا گمان غلط ہے تو پھر اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ کوئی غیر قاتل میری وجہ سے قتل ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا جلد انتقال ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سن وفات ۴۹ھ یا ۵۰ھ [11] یا ۵۱ھ [12] مطابق فروری ۶۶۹ء ہے۔ (اس میں مزید اقوال بھی تاریخ میں پائے جاتے ہیں)

جنازہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری کے ایام نہایت صبر و تحمل سے گزار کر رحلت فرمائی۔ اس وقت کے امیر مدینہ حضرت سعید بن العاص الاموی تھے ان کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ آپ جنازہ پڑھائیں اور ساتھ ہی قاعدۂ شرعیہ بیان فرمایا کہ: "لولا انها سنة ما قدمت" یعنی دین اسلام میں سنت یہی ہے کہ امیر وقت جنازہ پڑھانے کا حقدار ہے۔[13] اگر یہ سنت نبوی نہ ہوتی تو میں آپ کو صلوٰۃ جنازہ کے لئے مقدم نہ کرتا۔ (اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کی

وفات کے بعد بھی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حلقۂ اطاعت سے نہیں نکلے بلکہ اپنی صلح پر قائم رہے اور امیر مدینہ کو جو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقرر تھے امیر مدینہ مانا اور اپنے اس ماننے کو سنت اسلام قرار دیا۔ اگر ان کے عقیدہ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی حکومت اسلامی حکومت نہ ہوتی تو آپ ایسا نہ فرماتے)

نوٹ

علامہ احمد بن حجر المکی (۸۹۹ھ تا ۹۷۴ھ) نے الصواعق المحرقہ میں اس مقام پر مزید ذکر کیا ہے کہ "حضرت حسن کا جنازہ والئ مدینہ سعید بن العاص الاموی نے پڑھایا اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کی عمر سینتالیس (۴۷) سال تھی۔ نیز ابن حجر المکی نے تصریح کی ہے کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں سات سال گزارے اور اپنے والد گرامی کے ساتھ تیس سال بسر کیے اور پھر اپنے دور میں چھ ماہ خلیفۃ المسلمین رہے اور اس کے بعد ساڑھے نو سال مدینہ منورہ میں گزار کا انتقال فرمایا۔"

عظیم اجتماع

جس روز حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اس دن آپ کے انتقال پر لوگوں کا عظیم اجتماع ہوا۔ ایک شخص ثعلبہ بن ابی مالک جو اس موقع پر موجود تھے وہ ذکر کرتے ہیں کہ اتنا کثیر مجمع تھا کہ اگر سوئی پھینکی جاتی تو وہ زمین کی بجائے انسان پر گرتی۔

ازواج

۱) خولہ بنت منظور الفزاریہ
۲) ام بشر بنت ابی مسعود عقبہ بن عمر
۳) ام اسحاق بن طلحہ بن عبید اللہ
۴) جعدہ بن اشعث بن قیس الکندی
۵) ام عبد اللہ بنت شلیل بن عبد اللہ
۶) عائشہ خثعمیہ
۷) ہند بنت عبد الرحمٰن بن ابو بکر
۸) بنو ثقیف کی ایک عورت
۹) بنو شیبان کی ایک عورت
۱۰) بنو عمرو بن اہیم مفقری کی ایک عورت

ممکن ہے کہ تعداد اس سے کچھ زیادہ ہو۔ اس تعداد کا من گھڑت کثرت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ حضرت حسن کے ازواج واولاد کے سلسلہ میں متعدد مؤرخین عام طور پر یہ بات ذکر کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ نے کثیر نکاح کئے اور آپ رضی اللہ عنہ بہت طلاق دہندہ مشہور تھے۔ اس بارے میں یہ ذکر کرنا مفید ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے بیک وقت چار سے زیادہ ازواج نہیں رکھیں اور اسلام میں چار ازواج نکاح میں لانا کوئی قابل اعتراض نہیں اور کثرت طلاق کی روایات مبالغہ آرائی سے خالی نہیں۔[14] اس چیز پر قرینہ یہ ہے کہ بعض معتبر علماء کرام نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد زیادہ سے زیادہ بارہ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ذکر کی ہیں۔ اگر کثرت ازواج کی روایات کو تسلیم کیا جائے تو اس لحاظ سے آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد بھی کثیر ہونی چاہیئے تھی قلیل اولاد اس بات کا قرینہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ پر کثرت ازواج ہونے کا اعتراض قابل تامل ہے اور لائق اعتماد نہیں۔

اولاد ذکور

۱) حسن بن حسن
۲) زید بن حسن
۳) ابو بکر بن حسن
۴) قاسم بن حسن
۵) عمرو بن حسن
۶) عبد الرحمٰن بن حسن
۷) حسین بن حسن
۸) طلحہ بن حسن
۹) عبد اللہ بن حسن
۱۰) محمد بن حسن
۱۱) جعفر بن حسن
۱۲) حمزہ بن حسن

(حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبد اللہ، حسن، زید، طلحہ، قاسم اور ابو بکر اپنے چچا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے۔)

تنبیہ

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے دو صاحبزادوں کے نام "ابو بکر، عمر" رکھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے یہ اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی متابعت میں کیا۔ کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے تین صاحبزادوں کے نام "ابو بکر، عمر، عثمان" رکھے تھے۔

اولاد اناث (دختران)

۱) ام الخیر بنت حسن ۲) ام عبد اللہ بنت حسن ۳) فاطمہ بنت حسن
۴) ام سلمہ بنت حسن ۵) رقیہ بنت حسن

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

نام و نسب

حسین بن علی بن ابن طالب بن عبد المطلب بن ہاشم اور آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چہیتی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزندِ ثانی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ القریشی الہاشمی ہے۔ آپ سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے ہیں۔ ان کو سبطِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ریحانۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب سے مشہور ہیں۔[15]

ولادت

اہل تراجم نے لکھا ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت ۵ شعبان ۴ھ میں اپنے برادر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ایک سال بعد ہوئی۔ (اس کے علاوہ اور بھی تواریخ مروی ہیں)

اذان کہنا

اسلام کے قاعدہ کے مطابق ولادت کے بعد کان میں اذان کہی جاتی ہے چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لائے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے کان میں اذان کہی۔

تحنیک

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے اور اپنے مبارک لعابِ دہن سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گھٹی دی۔

حلق رأس

ولادت کے موقع پر یہ بھی حکم ہے کہ ولادت کے ساتویں روز مولود کے سر کے بال اتروائے جائیں اسی مناسبت سے حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کی ولادت ہوئی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ساتویں روز ان دونوں حضرات کے سر کے بال اتروائے اور ان بالوں کے وزن کی مقدار چاندی بھی صدقہ کی۔

عقیقہ

ولادت کے ساتویں روز عقیقہ کرنا بھی مسنون عمل ہے اس سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضراتِ حسنین رضی اللہ عنہما کے عقیقہ کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو، دو مینڈھے (ہم وزن) بطور عقیقہ ذبح فرمائیں۔

عمرہ کے لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سفر

محمد بن حبان نے کتاب الثقات و یلیہ میں یہ واقعہ لکھا ہے کہ: ایک دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرہ کے لیے سفر اختیار کیا ۲۶ھ رجب کا مہینہ تھا آپ کے ساتھ عبداللہ بن جعفر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ بھی شریکِ سفر ہوئے۔ "السقیا" کے مقام پر پہنچے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن جعفر کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لیے ٹھہرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف (مدینہ منورہ) اطلاع کے لیے ایک قاصد روانہ کیا (اور خود مکہ چلے گئے) اطلاع ملنے پر حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ ایک جانور ذبح کیا اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے بال ترشوائے تاکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ احرام کی پابندی سے آزاد ہو جائیں اور ان کی تیمارداری کے لئے خود رُک گئے۔ پھر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ عمرہ سے واپس تشریف لائے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بطور معذرت ذکر کیا کہ میں نے تیمارداری کے لئے آپ کی آمد تک یہاں رکنے کا ارادہ کیا تھا لیکن حسین نے مجھے قسم دے کر کہا کہ آپ بمع ہمراہیوں کے عمرہ پر چلے جائیں۔ (اس لیے میں عمرہ کے لئے چلا گیا) مذکورہ واقعہ سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے باہمی تعلقات کا اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر آپس میں محبت و مروت تھی۔

حاجت روائی

اپنی خاندانی روایات کے مطابق حضرت حسین رضی اللہ عنہ حاجت مندوں کی حاجت روائی فرماتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ ایک سائل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچا، دستک دی اور اپنی حاجت اشعار کی صورت میں بیان کی۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس وقت نماز میں مشغول تھے۔ آپ نے نماز میں تخفیف کی اور باہر تشریف لائے اور دیکھا کہ سائل پر فقر و فاقہ کے آثار واضح ہیں۔ آپ نے اپنے غلام قنبر کو آواز دی اور دریافت فرمایا ہمارے نفقہ میں سے تمہارے پاس کیا کچھ باقی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ دو سو درہم ہیں۔ آپ نے وہ دو سو درہم اس سائل کو دے دیئے۔[16]

نقل حدیث

اسلام میں احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو نقل کرنا ایک اہم کارِ خیر ہے اور بڑے ثواب کا عمل ہے۔ اسی بناء پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذخائر امت کی طرف نقل کیے ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں خورد سال تھے تاہم انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث نقل فرمائی ہیں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے روایات کو اپنے والد، والدہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

فقہی مسائل

حضرت حسین رضی اللہ عنہ فقاہت میں بھی عمدہ مہارت رکھتے تھے۔ بشر بن غالب کہتے ہیں کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ایک دفعہ یہ مسئلہ دریافت کیا کہ نو مولود کے لیے میراث میں کب واجب ہوتا ہے؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ بعد ولادت بچہ آواز کرے یعنی زندگی کے آثار پائے جائیں تو وہ میراث کو مستحق ہو جاتا ہے۔

ازواج

۱) لیلیٰ بنت ابی مرہ بن عروہ بن مسعود الثقفی (بعض مؤرخین نے انہیں "آمنہ" کے نام ذکر کیا ہے)[17]

۲) شہر بانو (یہ علی اصغر کی والدہ ہیں۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا نام شہبن، شاہ بانو، شہر بانویہ، جیداء اور غزالہ بھی ہے)

۳) رباب بنت امراء القیس بن عدی ۴) ام اسحاق بنت طلحہ بن عبید اللہ[18]

اولاد ذکور

۱) علی الاکبر (شہید کربلا) ۲) علی الاصغر ۳) جعفر

۴) عبد اللہ (شہید کربلا)

اولاد اناث (دختران)

۱) سکینہ ۲) فاطمہ

مقام و مرتبہ

نبی اقدس ﷺ کی اولاد کے ساتھ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی شفقت و محبت فرماتے تھے۔ اس نوعیت کے بہت سے واقعات احادیث کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسن اور حسین اہل جنت کے جوانوں کر سردار ہیں۔[19] عمیر بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں حسن رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا کہ اتفاقاً ہماری ملاقات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہو گئی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں آپ کے جسم کے اس مقام پر بوسہ دینا چاہتا ہوں جہاں آپ ﷺ نے بوسہ دیا تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بطن سے قمیص اٹھائی اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کا بوسہ لیا۔ بعض روایات میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک فضیلت کا واقعہ مذکور ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کو اپنی چادر مبارک میں داخل فرمایا اور ان کے حق میں ارشاد فرمایا: **انمایریداللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔ (سورۃ الاحزاب۔۳۳)** اس مقام میں علماء کرام کا مؤقف ہے کہ مذکورہ بالا آیت تطہیر اپنے سیاق وسباق کے اعتبار سے اولاً و بالذات ازواجِ مطہرات کے حق میں نازل ہوئی اور اس آیت کا مصداق بالاصل نبی اقدس ﷺ کے ازواج مطہرات ہی ہیں لیکن جب یہ آیات ازواج النبی ﷺ کے حق میں نازل ہو چکیں تو اس کے بعد حضور ﷺ نے مذکورہ بالا حضرات کو بھی بذریعہ دعا اس شرف میں شامل فرمایا اور اعزاز بخشا۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "حسن مجھ سے ہے اور حسین علی سے ہے" حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "ایک مرتبہ بنی اکرم ﷺ نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب آپ ﷺ سجدے میں گئے تو حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ کی پیٹھ پر چڑھ گئے۔ گھر والوں نے انہیں ایسا کرنے سے منع کرنا چاہا تو آپ ﷺ نے انہیں اشارہ سے منع فرما دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنی گود میں بٹھایا اور فرمایا: جسے مجھ سے محبت ہے تو اسے چاہیے کہ وہ ان دونوں سے محبت کرے۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جس کو اس بات سے خوشی ہو کہ ایک جنتی آدمی دیکھے تو وہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کو دیکھ لے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو انہیں جنتی کہتے سنا ہے۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں سے گرد جھاڑ دیا کرتے تھے ایسا وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے محبت اور حضور ﷺ کی قرابت کی تعظیم کی بنا پر کرتے تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: "حضور ﷺ حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے تعوذ پڑھا کرتے تھے آپ ﷺ فرماتے: میں تم دونوں کو اللہ کے کامل کلمات کی پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور مہلک چیز سے اور ہر نظر بد سے۔"

ایک دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عصر کی نماز پڑھائی اور مسجدِ نبوی سے باہر تشریف لائے حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہمراہ تھے یہ حضرات حسن بن علی کے پاس سے گزرے وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور فرمانے لگے کہ یہ فرزند تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل ہے علی بن ابی طالب کے مشابہ نہیں ہے حضرت علی یہ کلام سن کر تبسم فرما رہے تھے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں فتوحات کثیرہ ہوئیں اور بہت سے غنائم مدینہ منورہ پہنچے۔ ایک بار بہت سی عمدہ پوشاکیں اور کپڑے علاقہ یمن سے دربارِ خلافت میں آئے تو حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولادوں کو پوشاکیں عنایت فرمائیں اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے لئے ان میں سے کوئی مناسب پوشاک نہ تھی۔ اس پر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے والئ یمن کو پیغام ارسال فرمایا کہ ان دونوں حضرات کے شایانِ شان لباس تیار کر کے بھیجا جائے چنانچہ جب وہ لباس تیار ہو کر آیا اور ان دونوں حضرات نے زیبِ تن فرمایا تو اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اب میری طبیعت خوش ہوئی ہے۔

اہل کوفہ کا دعوت دینا

اہل کوفہ (عراق) نے یہ شرمناک عمل کیا کہ پہلے خود خطوط لکھے اور بعد میں لاتعلقی ظاہر کر کے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا۔ کاظم حمد الاحسائی نجفی لکھتا ہے کہ: کوفیوں کی جانب سے نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو متواتر خطوط لکھے گئے۔ کوفیوں کا آخری خط ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبد اللہ حنفی کے ہاتھوں پہنچا۔ آپ نے یہ خط پڑھ کر سنایا جس میں لکھا تھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسین بن علی کے نام،

اما بعد!

لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ کے سوا کسی کے بارے میں بھی ان کی رائے نہیں، اس لیے آنے میں جلدی کیجیے۔[20] دکتور احمد نفیس لکھتا ہے کہ: "کوفیوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے اور ان سے کہا کہ اس وقت ہمارا کوئی امام نہیں، آپ ہماری امارت قبول کیجیے۔ شاید اللہ ہمیں آپ کے ذریعے سے حق پر جمع کر دے۔" اہل کوفہ کے متواتر خطوط کو دیکھتے ہوئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو حالات معلوم کرنے کے لئے کوفہ روانہ کیا تاکہ ان کے خطوط اور ارادوں کی حقیقت کا پتہ چل سکے۔ مسلم بن عقیل نصف شعبان کو مکہ سے کوفہ کے لیے روانہ ہوئے اور پانچ شوال کو کوفہ پہنچ کر لوگوں کے حالات وواقعات کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ لوگ بیعت کے لئے بالکل تیار ہیں چنانچہ انہوں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف سے لوگوں سے بیعت لینا شروع کر دی۔ بیعت کا یہ عمل ہانی بن عروہ کے گھر میں ہوا (ایک روایت میں مسلم مختار ثقفی کے گھر ٹھہرے) یزید کو جب اس بیعت کا علم ہوا تو اس نے والئ بصرہ عبید اللہ بن زیاد کو حکم دیا کہ اس معاملہ کو سنبھالے (البتہ تاریخ سے یہ بات واضح نہیں کہ اس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا حکم دیا ہو۔) مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر اٹھارہ ہزار کوفیوں نے جب بیعت کی (شعبی کی روایت میں یہ تعداد چالیس ہزار ہے) تو انہوں نے عابس بن ابی شبیب شاکری کے ہاتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا: "اما بعد! بے شک قافلہ کا رہنما قافلہ والوں سے جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ جان لیجیے کہ اٹھارہ ہزار کوفیوں نے میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے۔ میرا خط ملتے ہی جلدی آجایئے، سب لوگ آپ کے ساتھ ہیں۔" (اٹھارہ ہزار یا چالیس ہزار کی تعداد کوفیوں کی مکارانہ سازش کا نتیجہ تھی تاکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ سے نکال کر دشمنوں کے حوالے کیا جائے یا پھر یہ

تعداد صحیح ہو بھی تو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ کوفیوں کے دل حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی محبت سے خالی تھے اور یہ لوگ امت کی وحدت کو پارہ پارہ کرنا چاہتے تھے)

چنانچہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ مسلم بن عقیل کا خط ملتے ہی کوفہ کو روانہ ہوگئے۔ لیکن ابھی آپ کوفہ نہ پہنچے تھے کہ آپؓ کو مسلم بن عقیل کا دوسرا خط ملا جس میں صاف لکھا تھا کہ کوفہ مت آیئے اور جدھر سے آئے ہیں ادھر لوٹ جایئے۔ اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا: "اپنے اہل بیت کو لے کر لوٹ جایئے تاکہ یہ کوفی آپ کو دھوکہ نہ دے سکیں۔ یہ آپ کے والد کے وہی ساتھی ہیں جن کے بارے میں ان کی شدید تمنا تھی کہ موت یا شہادت آکر انہیں ان لوگوں سے جدا کردے۔ اہل کوفہ نے میرے اور آپ کے ساتھ دروغ بیانی سے کام لیا ہے اور دروغ گوئی کی کوئی رائے نہیں ہو سکتی۔" دوسری طرف ابن زیاد حکم کی تعمیل میں کوفہ آیا اور اس نے مسلم بن عقیل کو تلاش کر کے شہید کر دیا۔ عباس قمی لکھتے ہیں کہ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ساتھ زبالہ پہنچے تو آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور ان کے سامنے آنے والا خط کھولا اور پڑھ کر سنایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امابعد! ہمیں یہ جگر پاش خبر پہنچی ہے کہ مسلم بن عقیل، ہانی بن عروہ اور عبد اللہ بن یقطر کو قتل کر دیا گیا ہے، ہمارے ساتھیوں نے ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ اب تم میں سے جو لوٹنا چاہے وہ لوٹ جائے، اس پر کوئی ملامت نہیں۔[21]

نواسۂ رسول ﷺ، جگر گوشۂ بتول کی شہادت

حضرت حسین رضی اللہ عنہ چلتے چلتے کوفہ کے قریب پہنچے۔ آپ کو اس بات کی خبریں لگاتار ملتی رہیں کہ کوفہ کے والی عبید اللہ بن زیاد نے کوفہ کے راستوں پر سخت پہرا لگا رکھا ہے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے ارادوں سے ناواقف تھے لیکن جب آپ نے راستے میں اعرابیوں سے پوچھا کہ لوگوں کا کیا حال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! ہم اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے کہ آپ کوفہ میں نہ تو داخل ہوسکتے ہیں اور نہ وہاں سے نکل سکتے ہیں۔ اس پر آپ نے یزید بن معاویہ کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور اپنا رخ شام کی طرف موڑ لیا لیکن میدانِ کربلا میں ابن زیاد کے گھڑ سواروں نے آپ کا راستہ روک لیا۔ یہی وہ میدان ہے جہاں نواسۂ رسول ﷺ نے اپنے لہو سے اسلام کی تاریخ میں ایک باب رقم کیا۔ جب آپ مقام اشرف کے قریب ابن زیاد کے عامل حر بن یزید نے اپ کا راستہ روک لیا۔ آپ نے حر سے مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو واپس جانے دے لیکن حر نے یہ بات نہ مانی۔ اس پر آپ نے اہل کوفہ کے لکھے ہوئے خطوط دکھائے کہ آپ کو اہل کوفہ کے لوگوں نے دعوت دی ہے۔ لیکن حر نے صاف انکار کر دیا کہ میرا اور میرے ساتھیوں کا ان خطوط سے کوئی تعلق نہیں۔ غرض حر نے آپ کو کوفہ میں داخلہ کی اجازت نہ دی۔ لیکن جب آپ کی ملاقات عمر بن سعد سے ہوئی تو آپ بے حد پریشان ہوگئے کیونکہ اہل کوفہ آپ کا ساتھ چھوڑ چکے تھے اور آپ سے کئے گئے وعدے توڑ دیئے تھے اب آپ کے ساتھ اہل بیت اور قرابت داروں کے سوا چند لوگ تھے۔ دونوں قوتوں کے درمیان عظیم فرق دیکھ کر آپ نے عمر بن سعد کے ساتھ گفتگو اور مذکرات کا سلسلہ شروع کیا اور طویل بحث کے بعد فریقین میں تین باتوں پر اتفاق ہوا:

۱) آپ کو یزید کے پاس شام بھیج دیا جائے تاکہ آپ یزید کی بیعت کرلیں۔

۲) آپ کو مدینہ منورہ واپس جانے دیا جائے۔

۳) یا پھر اسلامی سرحدوں میں سے کسی سرحد پر جہاد کی غرض سے جانے کی اجازت دے دی جائے۔

چنانچہ عمر بن سعد نے ابن زیاد کو خط میں پوری تفصیل بیان کر دی۔ ابن زیاد نے جب یہ خط پڑھا تو بے اختیار کہہ اٹھا: "یہ ایک ایسے شخص کا خط ہے جو اپنے امیر کا خیر خواہ اور اپنی قوم پر مہربان ہے۔ مجھے یہ تینوں باتیں منظور ہیں۔" (کاش کہ ایسا ہو جاتا مگر افسوس نہ ہوا کیونکہ ابن زیاد کے گرد شمر بن الجوشن جیسے بدقماش، بدباطن، علم و حلم سے محروم، خوفِ الٰہی سے خالی، ضعیف الرائے والعقیدہ، فتنہ کے رسیا، اصحابِ رسول ﷺ کے دشمن اور ان سے بغض رکھنے والے تھے، اختلاف کی چنگاری کو ہوا دے کر شعلہ بنانا ان کا پیشہ تھا اور وہ سیادت وزعامت کی جھوٹی تمنائیں رکھتے تھے۔) شمر اور اس کے ساتھیوں نے ابن زیاد کو یہ کہہ کر برانگیختہ کیا کہ: "کیا آپ ان سے صلح کرتے ہیں حالانکہ وہ اس وقت آپ کی زیرِ ولایت سرزمین پر فروکش ہو چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر آج آپ نے انہیں اپنے علاقہ سے اس حال میں جانے دیا تو یاد رکھیئے، یہ اس سے بھی زیادہ طاقت اور قوت کے ساتھ ابھر کر آپ کے سامنے آئیں گے۔" چنانچہ ابن زیاد سمیت ان ناہنجاروں نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی تینوں میں سے کسی ایک بات کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور شرط لگا دی کہ ایک بار عبید اللہ بن زیاد کے پاس آئیں گے اور پھر وہ جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد اور اس کے حواریوں کی بات کو ماننے سے انکار کر دیا۔ جس پر کوفی لشکر نے آپ رضی اللہ عنہ سے قتال شروع کر دیا۔

حق و باطل کا فیصلہ کن معرکہ

محرم ۶۱ھ بروز جمعہ (اس کے علاوہ اور بھی تواریخ مروی ہیں) صبح کے وقت حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو منظم کیا، اس وقت بتیس سوار اور چالیس پیادے تھے۔ آپ نے میمنہ پر زہیر بن قیس کو اور میسرہ پر حبیب بن مظاہر کو مقرر کیا اور اپنا علم اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو دیا اور خیموں کو پشت پر رکھا۔ دوسری طرف عمر بن سعد نے بھی اپنے لشکر کو منظم کیا اس نے حر بن یزید (جو کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مل گئے تھے) کی جگہ میمنہ پر عمرو بن حجاج زبیدی کو اور میسرہ پر شمر بن ذی الجوشن کو مقرر کیا۔ رسالہ غرہ بن قیس کو اور پیادہ فوج شبث بن ربعی کے حوالے کیا اور پرچم اپنے آزاد کردہ غلام زوید کو دیا۔ آغاز میں جنگ مبارزت کی صورت میں لڑی گئی۔ جب سلسلہ ختم ہوا اور باقاعدہ جنگ کا آغاز ہوا تو دشمن کے لشکر کسی کو بھی آپ کو شہید کرنے کی جرأت نہیں ہو رہی تھی۔ عمر بن سعد کے لشکر کا ہر فرد آپ کو شہید کرنے سے ڈرتا تھا مگر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے۔ ایسے میں شمر بن ذی الجوشن کو یہ خوف لاحق ہوا کہ حالات قابو سے باہر نہ ہو جائیں تو اس نے اپنے لشکر کو حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ آپ پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے زرعہ بن شریک تمیمی نے آپ پر تلوار سے وار کیا پھر سنان بن انس نخعی نے آپ کو برچھا مارا اور آپ کو شہید کر دیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آپ کو عمرو بن بطار تغلبی اور زید بن رقادہ حسینی نے شہید کیا، اس بارے میں شمر کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ کا سر مبارک خولی بن یزید نے ابن زیاد کے پاس پہنچایا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے ۷۲ لوگوں نے جام شہادت نوش کیا۔ جبکہ عمر بن سعد کے لشکر کے ۸۸ لوگ مارے گئے۔ جنگ ختم ہونے کے بعد عمر بن سعد نے حکم دیا کہ کوئی بھی شخص حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عورتوں اور بچوں کے پاس نہ جائے اور ان سے کسی قسم کی بدسلوکی کا مظاہرہ نہ کرے۔

معرکۂ کربلا کے اہم شہداء

معرکۂ کربلا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حضرت حسین، حضرت جعفر، حضرت عباس، حضرت محمد، حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم شہید ہوئے۔ (حضرت عثمان بن علی رضی اللہ عنہما معرکۂ کربلا کے پہلے شہید ہیں)

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حضرت عبد اللہ، حضرت قاسم اور حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہم شہید ہوئے۔
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد سے حضرت علی اکبر اور حضرت عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہما شہید ہوئے۔
حضرت عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کی اولاد سے حضرت عبد اللہ اور حضرت عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہما شہید ہوئے۔
ان کے علاوہ اہم شہداء میں حضرت عبد اللہ بن مسلم، حضرت عبد اللہ بن جعفر کی اولاد سے حضرت عون اور حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہم شہید ہوئے۔
(مگر یہ بات کتنی عجیب ہے کہ اہل بیت میں سے جو لوگ کربلا میں شہید ہوئے ان میں ابو بکر بن علی، عثمان بن علی اور ابو بکر بن حسین کے نام بھی آتے ہیں)[22] حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب عبید اللہ بن زیاد کے سامنے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک لایا گیا تو اس نے آپ کے سر مبارک پر چھڑی مارتے ہوئے آپ کے حسن و جمال کے بارے میں کوئی قابل اعتراض بات کی جس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے۔

حاصل کلام

حضرات حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے کردارِ مبارک سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ آپ حضرات متبع سنت، اخلاص و تقوٰی کے مینار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے بہترین محافظین میں سے ایک تھے اور آپ حضرات نے سیاسی و معاشرتی طور پر دین اسلام پر کوئی آنچ نہیں آنے دی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے سیاسی و معاشرتی اتفاق کو منظم کرنے کے لئے خلافت سے دستبردار ہو گئے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سیاسی و معاشرتی اتفاق کو انتشار سے بچانے کے لئے یزید سے بیعت پر رضامندی کا اظہار کیا۔ یعنی امت کو انتشار سے بچانے کے لئے اپنے مخالف کی حمایت کے لئے دونوں راضی ہو گئے تا کہ نانا صلی اللہ علیہ وسلم کی امت متحد رہے اور دشمنانِ اسلام کو دین ابراہیمی پر حملہ کرنے کا خیال بھی نہ آئے۔ خواہ اس کے لئے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ جیسا کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی قیمتی جان کا نذرانہ پیش کیا اور اسلام کی تاریخ میں ایک باب رقم کر دیا۔ جو رہتی دنیا تک یاد رکھا جائے گا۔

References

1 Shams ud Din Muhammad bin Usman Al Zahbi, *Siyar aalam un Nubala* (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyah) 3:240

2 Abu Abdullah Musab bin Abdullah Al-Zubayri, *Nasab e Quraish* (Qahira: Dar Al-Maarif) 1:23

3 Muhammad bin Ahmed bin Hamad Al-Dulaabi, *Al-Zahiri Al-Tahera Al-Nabawia* (Kuwait: Al-Dar Al-Salafi) 1:68

4 Abi Abdullah Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, *Sahih Al-Bukhari* (Beirut: Dar ul-Fikar) 5:112

5 Hafiz Abil Qasim Sulaiman bin Ahmed bin Ayob Al Tibrani, *Tabarani*, *Al Mu'jam Al Kabeer* (Beirut: Dar ul-Fikar) 3:50

6 Ahmed Ibn Shuaib Ibn Ali An-Nasa'i, *Sunan An-Nisa'i* (Beirut: Dar ul-Fikar) 7:1464

7 Abi Abdullah Muhammad bin Ismail Al-Bukhari, *Sahih Al-Bukhari*, 5:361

8 Allama Shawkani, *Nail ul Aotar* (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyah) 5:307

9 Abo Abdullah Hakim, *Al-Mustadrak* (Saudi Arabia: Dar al-Andalus) 3:181

10 Ahmed bin Ali Khateeb Al-Baghdadi, *Tareekh e Baghdad* (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyah) 1: 141

[11] Hafiz Abil Qasim Sulaiman bin Ahmed bin Ayob Al Tibrani, *Tabarani*, *Al Mu`jam Al Kabeer* 3:102
[12] Abo Abdullah Hakim, *Al-Mustadrak*, 3: 180
[13] Shams ud Din Muhammad bin Usman Al Zahbi, *Siyar aalam un Nubala*, 3:284
[14] Ahmed Bin Ali Bin Hajar, *Lisan Al-Mizan* (Hyderabad, Al-Dekan: Daira tul Maarif Al Usmania) 5:105
[15] Ibn Abd ul-Bar Abu Omar Yaaf Ibn Abdul-Bar al-Numeiri, *Al Istia'ab* (Saudi Arabia: Dar al-Andalus) 2:507
[16] Muhammad bin Jareer bin Yazeed bin Kaseer, *Al Tabri* (Beirut: Dar ul Turas) 4:78
[17] Abu Abdullah Musab bin Abdullah Al-Zubayri, *Nasab e Quraish*. 1:25
[18] Abu Abdullah Musab bin Abdullah Al-Zubayri, *Nasab e Quraish*. 1:27
[19] Ahmed Ibn Shuaib Ibn Ali An-Nasa'i, *Sunan An-Nisa'i* (Beirut: Dar ul-Fikar) 7:1456
[20] Ibn e Rushd, Muhammad Ibn Ahmed Al qurtabi , *Bidaya Al Mujtahid* (Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyah) 3: 65
[21] Ahmed Bin Ali Bin Hajar, *Lisan Al-Mizan*, 4:464
[22] Muhammad bin Jareer bin Yazeed bin Kaseer, *Al Tabri*, 4:83